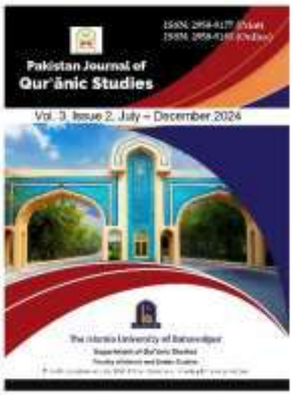

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies
ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185
Vol. 3, Issue 2, July – December 2024, Page no. 209-223
HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/206
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3244
DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i2.3244
Publisher: Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title **The Significance of al-Bāqillānī's al-Intisā lil-Qur'ān**

Author (s):
Abu Sufyan
MPhil Islamic Studies, University of Sargodha.

Dr Muhammad Feroz-Ud-Din Shah Khagga
Professor of Islamic Studies, University of Sargodha, muhammad.feroz@uos.edu.pk.

Received on: 07 November, 2024
Accepted on: 25 November, 2024
Published on: 30 December, 2024

Citation: Abu Sufyan, and Dr Muhammad Feroz ud Din Shah Khagga. 2024. "The Significance of Al-Bāqillānī's Al-Intisā Lil-Qur'ān". Pakistan Journal of Qur'ānic Studies 3 (2):209-23. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3244.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

علامہ باقلانی کی "الانتصار للقرآن" کا تالیفی پس منظر، اہمیت و معنویت

The Significance of al-Bāqillānī's al-Intisā lil-Qur'ān

Abu Sufyan
MPhil Islamic Studies, University of Sargodha.

Dr Muhammad Feroz ud Din Shah Khagga
Professor of Islamic Studies, University of Sargodha,
muhammad.feroz@uos.edu.pk .

Abstract:

Abū Bakr Muḥammad ibn al-Ṭayyib al-Bāqillānī was a great polemical scholar of fourth century of hijrah. He was particularly popular due to his scholarship of Qur'ānic by rebdering I'jāz al-Qur'ān and al-Intisār lil-Qur'ān. His remarkable contribution to the field of Quranic studies made him a reliable scholar with unique academi consideration to establish the divinity of the Holy Qur'ān. His expertise over speculative theology and other Islamic sciences makes him a notable figure in scholastic cirlcle. Bāqillānī's Al-Intisār lil-Qur'ān attracts a significant consideration of Qur'ānic scientist and as an accomplished rhetorical stylist; al- Bāqillānī is worth to be studies more and more. In this article, the introduction of Bāqillānī 's significant and comprehensive work in the field of Quranic studies, "Al-Intisār llul Qur'ān", is presented, in which it is clarified that How Bāqillānī meticuloudly responded to objections regarding the Qur'anic authenticity by the atheists of that time. In response to the doubts, what method and style was adopted, and on the basis of what reasons he compiled this book. Along with this, the argumentative method and compilation style has also been described in the present paper.

Keywords: Al-*Bāqillānī, Al-Intisār lil-Qur'ān, Miraculous nature of Qur'an, Tahaddi.*

علامہ باقلانی اور "الانتصار للقرآن" کا تصنیفی پس منظر:

قرآن کریم اللہ تعالی کی جانب سے وحی کے سلسلہ کا آخری پیغام ہے، جسے اللہ تعالی نے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا ہے، اور چونکہ اس کے بعد سلسلہ وحی ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا ہے اس لیے قیامت تک وقوع پذیر ہونے والے تمام حقائق کا علم اس میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کریم انسانیت کی فلاح و ترقی میں کام آنے والے جملہ عقلی و نقلی علوم کا جامع

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3244

اور تمام علوم کا سرچشمہ ہے، اعجازِ قرآن کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا اور اہم سبب قرآن کریم کے پیش کردہ بیش بہا علوم بھی ہیں۔

لیکن معاندین اسلام نے نزولِ قرآن کے وقت سے ہی قرآن کریم کے متعلق مختلف قسم کے بے جا الزامات اور اتہامات کا سلسلہ جاری رکھا، کبھی اس کلام کو انسان کی اختراع قرار دیا گیا، کبھی پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں یعنی اساطیر الاولین کہا گیا تو کبھی جادو گر اور کاہن کا کلام، الغرض کفار مکہ نے قرآن اور اس ذاتِ بابرکات ﷺ کو بھی نشانہ تضحیک بنانے لگے جن پر اس کا نزول ہوا۔ خود اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے کبھی "اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ"[1] اور کبھی "أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ"[2] وغیرہ جیسی آیات کا نزول فرمایا، بایں ہمہ نزولِ قرآن کے بعد بھی یہ باتیں ختم نہ ہوئیں، بلکہ قرآن کریم پر مختلف نوعیتوں سے شبہات و اعتراضات کا سلسلہ جاری رہا اور قرآنی علوم، اسلوب بیان، محیر العقول پیشین گوئیوں اور دیگر اعجازی پہلوؤں کو ہمیشہ ہدف تنقید بنائے رکھا۔

اس لیے ایسے علماء کرام کی ایک جماعت سامنے آئی جنھوں نے ان تمام اعتراضات کو دور کرنے اور قرآن مجید کے گرد واقع ہونے والے تمام شبہات کا معالجہ پیش کرنے میں اختصاصی مہارات کا ثبوت دیا۔ بلا مبالغہ ان کوششوں میں سب سے شاندار اور بہترین کوشش علامہ باقلانیؒ نے کی، جنہوں نے تیسری صدی ہجری میں اعجازِ قرآن کے مسئلہ میں مختلف اقوال کی وجہ سے اسلامی ذہنوں میں جو الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں ان کو دور کرنے کے لیے "اعجاز القرآن" لکھی، اور پھر خاص طور پر قرآن کریم پر چوتھی صدی تک مختلف حیثیتوں سے وارد ہونے والے سوالات کے جوابات میں ایک اور ضخیم کتاب "الانتصار للقرآن" لکھی۔ علامہ باقلانیؒ اپنی فہم و ذکاء اور وسعت علمی کی وجہ سے ایک خاص مقام تو رکھتے ہی تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ایسے شیریں زباں اور فصیح البیان تھے کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ کی علمی مباحث میں شرکت کر لیتا تو اس کے بعد اس کو کسی متکلم، فقیہ یا خطیب کے کلام میں لطف نہ آتا تھا۔ علامہؒ اپنے زمانہ میں علم الکلام کے سب سے بڑے عالم تھے آپ نے معتزلہ، جہمیہ اور خوارج وغیرہ کے اشکالات کے جوابات میں بہت سی بلند پایہ کتابیں تصنیف کیں۔[3] اس کے علاوہ بھی آپ نے متعدد کتب تالیف کیں جن میں "کتاب البیان" اور "کتاب التمہید" جیسی کتابیں شامل ہیں[4]۔

---

[1] الحجر:95۔

[2] الزمر:36۔

[3] علامہ باقلانی کا پورا نام قاضی ابو بکر محمد بن طیب المعروف باقلانی ہے۔ آپ 338 ہجری میں بصرہ میں پیدا ہوئے، اور بغداد میں مستقل سکونت اختیار کی، اس لیے کہ بغداد ہمیشہ سے ہی علماء اور فقہاء کا مرکز رہا ہے۔ آپ فقہی اعتبار سے مالکی تھے جبکہ اعتقادی اعتبار سے امام ابو الحسن

زیر نظر مقالہ میں علامہ باقلانیؒ کی کتاب "الانتصار للقرآن" کی تالیف کا پس منظر نیز اسلوب و منہج کے ساتھ ساتھ کتاب کے اہم مباحث کا اجمالی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

قرآن کریم پر شبہات کی تین جہات:

قرآن کریم پر اعتراض دراصل پورے دین پر اعتراض ہے اس لیے کہ قرآن دینِ اسلام کی بنیاد اور اساس ہے اور پھر چونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے تو اس لیے ذاتِ باری تعالی بھی قابل اعتراض بن جاتی ہے۔ اور پھر نبوت کا سارا دارومدار ہی قرآن پر ہے اس لیے علامہ باقلانیؒ نے بڑے اہتمام کے ساتھ قرآن کریم پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا جواب بڑے تبحرِ علمی سے دیے ہیں۔ اور اپنی پوری زندگی ہی اس مقصد کے لیے وقف کر دی ہے۔ آپ ایسی شاندار فصیح و بلیغ عبارات کے ذریعے دلائل اور براہین قائم کرتے ہیں کہ معترضین کے تمام باطل شبہات اور مضحکہ خیز بیانات کا رد ہو جاتا ہے۔

علامہ باقلانیؒ کے زمانہ میں ملحدین کی تعداد بہت زیادہ تھی جو صحابہ کرام اور قرآن مجید کو خاص طور پر قابل اعتراض بنانے کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے اور اس ضمن میں مختلف قسم کے شبہات پیش کر کے قرآن کی حجیت اور اعجاز کو ختم کرنے لئے بحث و مباحثہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ ان ملحدین کے مکر و فریب کو لوگوں کے سامنے واضح کیا جائے، اور شریعت مطہرہ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا جائے، اور ایسے دلائل اور براہین قائم کیے جائیں کہ جن سے ان کے تمام دعوے باطل ہو جائیں، اور قرآن کی برات کو مدلل کر کے بیان کر دیا جائے۔ چنانچہ بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو قرآن کریم کے بارے میں اس زمانے میں عمومی طور پر تین جہتوں سے اعتراضات کیے جا رہے تھے:

1. ۔پہلا قرآنی نقل کو لے کر قرآن کریم میں شک پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ قرآن کریم جن واسطوں سے نقل ہو کر ہم تک پہنچا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے اور اس کی صحت پر شبہات وارد کرنے کے لیے صحابہ کرام کی ذات کو بھی اعتراضات کی زد میں لایا جا رہا تھا۔ اور اس کے لیے مختلف حیلے بہانے کیے جا رہے تھے کبھی قرآن میں زیادتی

اشعری کے پیروکاروں میں سے تھے۔ اور اشعری فکر کی ترویج و اشاعت میں آپ اس قدر آگے بڑھے کہ آپ کو اشاعرہ کا بانی ثانی کہا جاتا ہے ۔احمد بن علی البغدادی، تاریخ بغداد، (بیروت:دار الکتب العلمیہ، 2004)، 237/4۔

[4] عیاض بن موسی قاضی، ترتیب المدارک و تقریب السالک فی معرفۃ اعلام مذہب الامام مالک، محقق:سعید احمد اعراب، (بیروت، مکتبۃ الحیاۃ، 1982)7/69۔

کا دعوی کر دیا جاتا، تو کبھی قرآن میں کمی کا دعوی کر دیا جاتا، اور کبھی یہ کہہ دیا جاتا کہ قرآن کریم کا بہت سا حصہ جنگوں کی وجہ سے ضائع ہو گیا ہے۔

2. دوسرا قرآنی رسم کو لے کر قرآن کے بارے میں مختلف قسم کے اعتراضات کیے جاتے تھے۔

3. تیسرا قرآنی نظم کو لے کر مختلف قسم کے دعوے کیے جاتے کہ قرآنی نظم میں تناقض ہے، اس میں حشو ہے، تکرار ہے، تشابہہ آیات ہیں، قرآن میں غلطی اور لحن موجود ہے۔ یعنی اس کی الہی مصدریت کو ختم کرنے کے لیے قرآن میں تفاوت اور تعارض کے دعوے کیے جاتے کہ اس میں کوئی اعجازی شان نہیں ہے جس وجہ سے یہ کلام الہی نہیں ہو سکتا۔

علامہ باقلانیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوستوں نے اس بارے آگاہ کیا، کہ آج کل ملحدین کی طرف سے قرآن کریم میں تحریف اور تبدیلی کے دعوے کیے جا رہے ہیں۔ اور کہا جا رہا ہے کہ اس میں تناقض موجود ہے، اور بے جا تکرار کی وجہ سے بہت سے زائد باتیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے وہ بھی موجود ہیں۔ کہیں مؤخر چیز کو مقدم کر دیا گیا ہے، تو کہیں مقدم کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے طعن قراءات کو لے کر بھی کیے جا رہے ہیں کہ یہ تمام قراءات صحابہ سے منقول نہیں ہے۔ الغرض قرآن کی حجیت کو ختم کرنے کے لیے ان شبہات کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں قرآن کے بارے میں شک پیدا کیا جا رہا ہے۔ اس لیے انتہائی ضروری ہے کہ کوئی ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو ان تمام قسم کے شبہات پر نقد کرے، اور علمائے سلف سے اس متعلق جتنی بھی روایات منقول ہیں تمام کو اس کتاب میں ذکر کر دیا جائے، اور پھر اس پر میرے احباب نے مجھے بہت زور دیا تو پھر میں نے اس کو لکھنے کا ارادہ کیا۔

علامہ کے الفاظ یہ ہیں:

فقد وقفت على ما ذكرتموه من شدة حاجتكم إلى الكلام في نقل القرآن، وإقامة البرهان على استفاضة أمره وإحاطة السلف بعلمه، وانقطاع العذر في نقله وقيام الحجة على الخلق به، وإبطال ما يدعيه أهل الضلال، من تحريفه وتغييره ودخول الخلل فيه، وذهاب شيء كثير منه، وزيادة أمور فيه، وما يدعيه أهل الإلحاد من تناقض كثير منه، وخلو بعضه من الفائدة، وكونه غير متناسب، وما ذكروه من فساد النظم، ودخول اللحن فيه، وركاكة التكرار، وقلة البيان، وتأخر المقدم، وتقديم المؤخر، إلى غير ذلك من وجوه مطاعنهم، وذكر جُمَل مما رُوي من الحروف الزائدة، والقراءات المخالفة لمصحف الجماعة، والإبانة عن وَهَاء نقل ذلك وضعفه، وأن الحجة لم تقم بشيء منه، وعرفت ما وصفتموه من كثرة استطراد الضعفاء بتمويههم وعظم موقع الاستبصار

والانتفاع ببعض شبههم، ونحن بحول الله وعونه نبدأ لطاعة الله وتوفيقه عز وجل وما تو فيقنا الا بالله وهو المستعان[5]

نقل قرآنی کی وثاقت، تواتر اور محفوظیت: الانتصار کا مرکزی موضوع:

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ اس کتاب کا نام "الانتصار لصحة نقل القرآن" ہے جبکہ بعض حضرات نے اس کتاب کا نام " الانتصار لنقل القرآن " بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا نام "الانتصار للقرآن" ہی ہے قاضی عیاضؒ نے بھی اپنی کتاب ترتیب المدارک میں اسی نام کو ذکر کیا ہے۔[6] اسی طرح علامہ سیوطیؒ اور دیگر حضرات نے بھی اس کتاب کا یہی نام ذکر کیا ہے لیکن چونکہ اس کتاب میں قرآنی نقل کی صحت پر بات کی گئی ہے اور اس میں قرآن کے نزول، ثبوت ، اس کے تواتر، اس کے الفاظ، اور اس کی عبارات کی گہرائی کو مفصل اور مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے اس لیے بعض حضرات نے اس کے مختلف نام ذکر کر دیے ہیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس کتاب کا نام " الانتصار للقرآن " ہے۔

علامہ باقلانیؒ نے اپنی کتاب "الانتصار للقرآن" کا آغاز نقلِ قرآنی کے حوالے سے وارد ہونے والے شبہات کا جواب دیتے ہوئے کیا ہے اور اس کو مقدم کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب تک قرآنی نقل کی صحت واضح اور ثابت نہیں ہو جاتی، تب تک قرآنی رسم اور نظم اور اعجاز وغیرہ کو ثابت کرنا ممکن نہیں ہے نیز اس لیے بھی کہ اگر تاریخی اور منطقی لحاظ سے قرآن کو نقل متواتر سے ثابت کرنے میں نقص رہ جائے تو پھر باقی رسم اور نظم وغیرہ کے طعن کا جواب دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

علامہ باقلانیؒ خود اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ہم نقلِ قرآنی کی صحت پر دلائل پیش کریں گے، اور یہ ثابت کریں گے کہ قرآن نقلِ متواتر سے منقول ہوا ہے، اور کس طرح صحابہ کرام نے اپنی اپنی زندگیاں قرآن کے لیے وقف کر دیں اور قرآن کو یاد کرنے اور اس کو نقل کرنے میں ان حضرات نے کس احتیاط سے کام لیا ہے، اور پھر عہد صدیقیؓ میں منتشر اجزاء سے کیسے ایک جلد میں مجلد کیا گیا اور پھر ان لوگوں کا بیان کریں جنہوں نے مکمل قرآن کو حفظ کر لیا تھا اور ان لوگوں کا بھی تذکرہ کریں گے جنہوں نے قرآن کریم کا کچھ حصہ ہی یاد کیا تھا۔ علامہؒ کے الفاظ یہ ہیں:

---

[5] محمد بن الطیب الباقلانی، الانتصار للقرآن، محقق: محمد عصام القضاۃ، (بیروت: دارابن حزم، 2001)، 56۔

[6] قاضی عیاض، ترتیب المدارک، 7/70۔

ونبدأ بالكلام فى نقل القرآن وقيام الحجة به، ووصف توفر همم الامة على نقله و حياطته ثم نذكر ابتداء ابى بكر لجمعه على ما انزل عليه بعد تفرقه فى المواضع التى كتب فيها، وفى صدور خلق حفظوا جميعه وخلق لم يحيطوا بحفظ جميعه[7]

علامہ باقلانیؒ نے قرآن کریم کی منقولیت کی صحت پر بہت زیادہ دلائل پیش کیے ہیں۔ ساتھ ساتھ مختلف قراءات کے صحیح ہونے کو بھی بیان کیا ہے۔ اسی طرح معوذتین کی نقل کی صحت پر علمائے سلف کے تمام اقوال کو جمع کر دیا ہے۔ قرآن کے بارے میں علامہؒ فرماتے ہیں کہ سارے کا سارا قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اور اللہ نے ہمیں اس کی رسم کی حفاظت کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور یہ کہ اس کو منسوخ نہیں کیا گیا، اور نازل کرنے کے بعد اسی کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے نیز یہ قرآن وہی ہے جو دو گتوں کے درمیان ہے جس پر مصحفِ عثمانی مشتمل ہیں، اس میں نہ تو کسی چیز کی زیادتی کی گئی ہے اور نہ ہی اس میں کسی چیز کی کمی کی گئی ہے۔ علامہؒ کے الفاظ یہ ہیں:

أن جميع القرآن الذي أنزله الله عز وجل وأمرنا بإثبات رسمه، ولم ينسخه ويرفع تلاوته بعد نزوله هو هذا الذي بين الدفتين، الذي حواه مصحف عثمان ، وأنه لم ينقص منه شيء، ولا زيد فيه[8]

علامہؒ فرماتے ہیں قرآن کریم میں سب سے بڑا طعن یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں تبدیلی کر دی گئی ہے قرآن کی موجودہ شکل اور ترتیب وہ نہیں ہے جس پر قرآن کریم نازل ہوا تھا لہٰذا اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درست نہیں ہے یہ تو لوگوں کا اپنا بنایا ہوا قرآن ہے۔ علامہ باقلانی نے ان لوگوں کا شبہ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

وزعم قوم ان القرآن قد بدل و غير وخولف بين نظمه و ترتيبه و احيل عما انزل اليه و قرئ على وجه غير ثابت عن الرسول، وانه قد زيد فيه و نقص منه[9]

علامہ باقلانیؒ فرماتے ہیں اس اس قسم کا طعن کرنا کہ قرآن میں لوگوں کی طرف سے تبدیلی کر دی گئی ہے، درحقیقت اس زمانے کے لوگوں کے بارے عدمِ واقفیت کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ زمانہ اول اور پھر ان کے بعد تابعین اور پھر ان کے بعد تمام فقہائے کرام و علمائے عظام چاہے وہ کسی بھی شہر کے ہوں وہ قرآن کریم کی جس قدر تعظیم کرتے تھے، اور ان کے دلوں میں جس قدر اللہ کا خوف تھا، اور جس قدر وہ اللہ کے ہاں سے ثواب کی امید رکھتے تھے، وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ یہ ہر عاقل شخص کے لیے جو ان کے حالات سے واقف ہو، اور ان کے دلوں میں جو قرآن کی عظمت تھی اس سے واقف ہو، اور

[7] الباقلانی، الانتصار للقرآن،57۔

[8] الباقلانی، الانتصار للقرآن،59۔

[9] الباقلانی ، الانتصار للقرآن،65۔

سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی وہ تعلیمات جن میں حضور ﷺ نے قرآن کریم کی حفاظت اور تعلیم کو عام کرنے پر ابھارا ،اور قرآن کو بھلانے اور اس کو ضائع کرنے پر جو وعیدیں سنائی ہیں، اس کو جانتا ہو، ایک ناممکن بات ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ قرآن میں ان لوگوں نے تبدیلی کر دی تھی، جان بوجھ کر تو کیا ان سے سہوا بھی ایسا ممکن نہیں ہے۔

علامہ باقلانی لکھتے ہیں:

یمتنع عند کل عاقل من عرفهم وعرف حال القرآن فی نفوسهم و حث رسول الله وحضه علی تعلیمه والتحذیر من تضیعه ونسیانه وتغلیظ الامر فی ذلک[10]

ان کے مطابق قرنِ اول کے لوگوں کے بارے میں جب یہ پتہ ہے کہ وہ دین کے معاملے میں کس قدر سختی سے عمل پیرا ہوتے تھے، اور دین کی مدد و نصرت میں اور نبی کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے اپنے مال و دولت اور یہاں تک کہ خود کو بھی پیش کر دیتے تھے، اور اللہ اور اس کے نبی کی اطاعت میں اپنے والدین اور اپنی اولاد تک کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیتے تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کتاب اللہ کی حفاظت اور یاد کرنے میں غفلت سے کام لیں جبکہ پورے دین کی بنیاد ہی اس کتاب پر ہے۔

نقل قرآنی کے طعن میں تواتر کا عتبار

علامہ باقلانیؒ نے آگے چل کر نقلِ قرآنی کے مسئلہ میں طعن کرنے والوں کے لیے ایک قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کیا ہے، علامہؒ فرماتے ہیں منقولیت کے صحیح ہونے کا علم حاصل کرنے کے لیے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ کوئی مخالف دلیل موجود نہ ہو بلکہ اس باب میں اعتبار تواتر کا ہے کہ نقل کرنے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان سے تواتر ثابت ہو جاتا ہو۔ اس لیے کہ دلیل قطعی تو تواتر سے ہی حاصل ہوتی ہے اور اس بات میں شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام کی اتنی بڑی تعداد نے قرآن کریم کو آگے نقل کیا ہے، جو تواتر کو پہنچ جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ تواتر کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ نقل کرنے والے جھوٹ پر متفق نہ ہو اور یہ معاملہ تو ویسے ہی صحابہ کرام سے بعید ہے کہ وہ جھوٹ پر متفق ہو جائیں۔

علامہ باقلانیؒ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

واعلموا رحمکم الله أنه لیس المعتبر في العلم بصحة النقل والقطع علی ثبوته بأن لا یخالف فیه مخالف، وإنما المعتبر في ذلك مجیته عن قوم بهم یثبت التواتر وتقوم الحجة، سواء اتفق علی نقله أو

[10] الباقلانی، الانتصار للقرآن،73۔

اختلف فيه ولا شك أن نقل الصحابة الله للقرآن قد بلغ الغاية فى التواتر، ومدار التواتر على عدم التواطؤ على الكذب، وهذا أمر منفي عن الصحابة الله تجربة وواقعا[11]

رسم مصاحف کی منقولیت اور وجوب اتباع:

رسمِ قرآن کے متعلق جتنے بھی طعن ہیں وہ در حقیقت نقلِ قرآنی والے طعن ہی ہیں اس لیے کہ قرآن کی منقولیت میں جب یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے قرآن کریم کو اس ترتیب پر نقل نہیں کیا جس پر وہ نازل ہوا تھا۔ انہوں نے تحریف کر دی تو گویا انہوں نے قرآنی رسم میں تحریف کر دی ہے جو مقدم تھا اس کو موخر کر دیا، اور جو مؤخر تھا اس کو مقدم کر دیا ہے، اور کسی جگہ پر زیادتی بیان کر دی ہے اور کسی جگہ پر کچھ چیزیں چھوڑ دی ہیں۔

علامہ باقلانیؒ نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اس دلیل کے ساتھ حجت قائم کی ہے کہ جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور جو حفظ کے ذریعے سے منقول ہو کے آیا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ سارا ایک ہی قرآن ہے، مرسوم اور منقول قرآن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ پورے قرآن میں کہیں پر کوئی کمی بیشی نہیں ہے۔

علامہؒ فرماتے ہیں کہ رسمِ قرآنی پر طعن کرنے والوں کی طرف سے ایک طعن یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں دعائے قنوت موجود تھی اور بعض خاص مصاحف کے اندر یہ لکھی ہوئی بھی تھی، لیکن آگے نقل ہو کر نہیں آئی۔ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ رسمِ قرآنی کو محفوظ نہیں رکھا گیا، گویا قرآن کا رسم الخط محفوظ نہیں ہے۔

دعاء قنوت کی حیثیت:

علامہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دعائے قنوت قرآن کا حصہ نہیں اس لیے کہ اگر یہ قرآن کا حصہ ہوتی، تو اس کے بارے میں بھی وہی حکم جاری ہوتا جو باقی قرآن کے بارے میں جاری ہوا ہے۔ اس کی بھی ویسے ہی نبی کریم ﷺ تفسیر بیان کرتے جیسے باقی قرآن کی ہے۔ اس کے قرآن کا حصہ ہونے پر دلیل ویسے قائم ہوتی اور عام عادت کے مطابق اس کو بھی ویسے ہی یاد کیا جاتا، اور لوگ اس کے بھی قرآن ہونے کی تشہیر ویسے ہی کرتے جیسے باقی قرآن کی کرتے ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہیں پر بھی دعائے قنوت کے بارے میں یہ معاملہ نہیں ہوا، کہ اس کو قرآن کا حصہ مانا گیا ہو۔ تو یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ دعائے قنوت قرآن کریم کا حصہ نہیں ہے، لہذا اس کے بارے میں قرآن ہونے کا دعوی کرنا یہ باطل اور غلط ہے۔

---

[11] الباقلانی، الانتصار للقرآن، 97۔

علامہ باقلانیؒ کے اس کے بارے میں الفاظ یہ ہیں:

أن الذي عندنا في هذا أن دعاء القنوت ليس من القرآن بسبيل،ولأنه لو كان من القرآن لكان بيان النبي ﷺ وإيعازه في أمره كبيانه لسائر القرآن، ولكانت الحجة قائمة والعادة جارية بضبطه عنه وحفظه وتوفر الهمم والدواعي على إظهاره وإشهاره.فإذا لم يكن أمره كذلك، بطل بطلانا بينا أنه من القرآن[12]

اس بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے علامہ باقلانیؒ فرماتے ہیں علمائے کرام کے درمیان میں یہ اتفاقی بات ہے کہ قرآن کریم تواتر سے نقل ہو کر آرہا ہے اس کو نقل کرنے والے ایک یا دو لوگ نہیں ہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد اس کو نقل کر رہی ہے۔ اگر دعائے قنوت بھی قرآن کریم کا حصہ ہوتی تو یہ بھی تواتر سے ثابت ہوتی۔ حالانکہ دعائے قنوت تواتر سے ثابت نہیں ہے۔ اور دوسرا اس پر ایک مزید دلیل دیتے ہوئے علامہؒ فرماتے ہیں:

کہ دعائے قنوت کی نظم اور فصاحت و بلاغت کتاب اللہ جیسی فصاحت و بلاغت اور نظم جیسی نہیں ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ جس کو فصیح بلیغ لوگ نظمِ قرآن اور نظمِ دعائے قنوت میں ادنی سے تامل کے ساتھ بھی سمجھ سکتے ہیں[13]

اس کے بعد علامہ باقلانیؒ نے مزید دعائے قنوت کے قرآن کا حصہ نہ ہونے پر دلائل دیے ہیں اور پھر اس کے بعد معوذتین کے قرآن کریم کا حصہ ہونے پر ایک تفصیلی اور مدلل گفتگو کی ہے۔ پھر اس کے بعد قراءات کے بارے میں جتنے بھی اعتراضات کیے جاتے ہیں، خاص طور پر سبعہ احرف کی تعیین کو لے کر مختلف قسم کے کیے جانے والے اعتراضات کا ایک ناقدانہ جائزہ پیش کرتے ہوئے تمام قسم کے اعتراضات اور شبہات کا ازالہ اس انداز میں کیا ہے کہ کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔

نظم و نحو قرآنی میں نقص کا طعن اور علامہ باقلانی:

علامہ باقلانیؒ رسم قرآنی اور نقلِ قرآنی پر وارد ہونے والے اعتراضات و شبہات کا تفصیلی رد کرنے کے بعد نظمِ قرآنی پر جو مختلف قسم کے اعتراضات ہوئے ہیں مثلاً کہ قرآنی نظم کے اندر تناقض ہے جو اس کی اعجازی شان کو متاثر کرتا ہے

---

[12] الباقلانی، الانتصارللقرآن،268

[13] ایضا

اور جب اس میں اعجاز ہی باقی نہیں ہے تو یہ اللہ کا کلام نہ ہوا۔ گویا نظمِ قرآنی میں طعن کرنے سے جو قرآن کی الٰہی مصدریت میں شک پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا جو ناقدانہ جائزہ لیتے ہیں اس میں سے ہم چند گزارشات ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

علامہ باقلانیؒ فرماتے ہیں کہ کہ ملحدین کے ایک جماعت قرآن کی طرف خطا کی نسبت کی ہے ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں بہت سی نحوی غلطیاں ہیں مثلاً قرآن میں ہے کہ: اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ[14]

یہ نصب کی جگہ میں ہے اس پر اعراب حالتِ نصبی والا ہونا چاہیے تھا، لیکن یہاں پر اعراب حالتِ رفع والا ہے اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ذکر کرتے ہیں جہاں پر اعراب عربی قاعدے اور قوانین کے مطابق نہیں ہے۔

یہ ملحدین قرآنی لغت اور تراکیب پر ہی طعن کر کے بس نہیں کرتے، بلکہ قصصِ قرآنیہ کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ اس میں تناقض ہے اور بے جا تکرار ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اور تو اور یہ انسان کی اکتاہٹ کا باعث ہے۔ جب اتنی غلطیاں قرآن کریم میں موجود ہیں، تو کیسے قرآن کو اللہ کا کلام کہا جا سکتا ہے۔

علامہ باقلانیؒ ان کے اعتراض کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ جب قرآن میں اس قدر اختلاف ہے اور غلطیاں ہیں، بے جا قسم کا واقعات میں تکرار ہے، جو تناقض کا باعث بنتا ہے۔ اور بہت جگہ پر تو ایسا اضافہ موجود ہے، جس کا کوئی فائدہ نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے، اور یہ کیسے جائز ہے کہ یہ کائنات کے رب اور ایسی ذات کی طرف سے نازل ہوا ہو، جس کو تمام چیزوں کا علم ہے تو اس تمام سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب اس کے اندر اتنی غلطیاں موجود ہیں تو اللہ تعالی کا کلام نہیں ہو سکتا۔ علامہ باقلانیؒ نے ان کے اعتراضات کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

وقد علم أن هذا الاختلاف والتخليط واللحن والتناقض والتكرار للقصة بعينها على وجه يقتضي العي واللكنة والإطالة بما لا معنى له ولا يجوز أن يكون واردا من عند العليم الحكيم، فوجب أنه من تحريف جامعي المصحف وغلطهم[15]

علامہ باقلانیؒ باری باری ان تمام اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں تک بات ہے تکرار کے مسئلہ کی تو قرآنی قصص میں تکرار کا ہونا ضروری ہے۔ اور جو ملحدین کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں تکرار ایک زیادتی ہے جس کا نہ تو کوئی معنی ہے، اور نہ ہی کوئی مطلب اور الفاظ کا استعمال ایک قبیح طریقے پر ہے جو کلام الٰہی ہونے کے شایان شان نہیں ہے۔

---

[14] طه:63.

[15] الباقلانی، الانتصار للقرآن، 568۔

علامہؒ فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں وہ شخص ہی کر سکتا ہے جو قرآن کے اسلوب کو نہیں سمجھتا اس لیے کہ قرآن کریم عرب کی زبان اور ان کے خطاب کے طریقوں کے مطابق نازل ہوا ہے، اور عرب لوگ کلام کے لمبے کرنے اور کلام میں تکرار کو جائز سمجھتے ہیں۔ جب ان کا گمان ہو کہ کلام کو لمبا کرنے سے یا کلام میں تکرار لانے سے وہ اپنی مراد کو زیادہ اچھے طریقے سے اگلے کے دل و دماغ تک پہنچا سکتے ہیں، اور یہ زیادہ اثر کرے گا، تو کلام میں طوالت بھی لاتے ہیں اور تکرار بھی کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی وہ اختصار کے ساتھ کلام کرتے ہیں اللہ رب العزت نے بھی قرآن کریم میں وہی طریقہ اختیار فرمایا ہے۔

علامہ باقلانیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

أن الله سبحانه لما خاطب العرب بلسانها على وجه ما تستعملها في خطابها، وكانت تستجيز الإطالة والتكرار تارة إذا ظنوا أن ذلك أبلغ في مرادها وأنجع، وتقتصر على الاختصار أخرى في مواطن الاختصار، خاطبهم الله سبحانه على ما جرت عليه عادتهم[16]

قرآنی قصص میں تکرار کے اسباب:

علامہ باقلانیؒ فرماتے ہیں کہ قرآنی قصص میں تکرار کا آنا، اس لیے ہے کہ وہ قصص مختلف اوقات میں مختلف اسباب کی وجہ سے متکرر نازل ہوئے ہیں۔ اور ڈانٹنے اور نصیحت کے وقت قصے میں تکرار لانا یہ ایک اچھی بات ہے جیسے کہ ایک خطیب جب خطابت کر رہا ہو یا کسی محفل میں بیٹھا ہو، یا کسی مجمعے میں موجود ہو اور اسے بات کرنے کا کہا جائے تو ایک ہی قصہ کئی کئی بار سنا دیتا ہے تو ایسا کرنا بالکل بھی نامناسب نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح قرآن کریم کے اندر جو قصص اور واقعات بیان ہوئے ہیں وہ کہیں پر زجر کے لیے آئے ہیں یا کہیں پر وعظ و نصیحت کے لیے آئیں ہیں تو اس لیے ان میں تکرار جائز ہیں۔

اسی طرح سبعہ احرف کی بحث بیان کرتے ہوئے علامہؒ نے بہت سے ایسے لطیف معارف کی طرف اشارہ کیا ہے جو آپ سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، اور سبعہ احرف کی ایسی شاندار توضیح اور تعیین فرمائی ہے کہ قراءات کی تمام اختلافی نوعیتیں واضح ہو جاتی ہیں۔

لغتِ قرآن اور اعجازِ قرآن سے متعلق ملحدین کی طرف سے جو اعتراضات کیے گئے ہیں علامہ باقلانی نے ان کے لیے ایک مکمل کتاب "اعجاز القرآن" لکھی ہے جس میں ان تمام قسم کے شبہات کا مکمل و مدلل جواب دیا ہے اور قرآنی اعجاز کو نہایت شاندار انداز سے ثابت کیا ہے۔ علامہؒ فرماتے ہیں قرآنی اعجاز کے بارے میں جاننا نہایت ضروری ہے اس لیے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بنیاد ہی اس معجزے پر ہے۔

[16] الباقلانی، الانتصار للقرآن،800۔

علامہ اس اہمیت کے زور دار صراحت کے ساتھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

الذی یو جب الا ھتمام التام بمعرفة اعجاز القرآن أن نبوة نبینا بنیت علی ھذه المعجزة[17]

قرآنی اعجاز کو جاننا اس لیے بھی ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا دارومدار اسی معجزہ پہ ہے۔

یہ کتاب اعجاز القرآن پر ایک مصدر کا درجہ رکھتی ہے اس کتاب میں علامہ باقلانی نے قرآن کے اعجاز کو ثابت کرنے کے لیے تمام سرمایہ عربی ادب سے استفادہ کیا ہے، اور چن چن کر فصاحت و بلاغت کے نمونے لا کر قرآن سے موازنہ کر کے قرآن کی برتری کو واضح کیا ہے۔

علامہ باقلانیؒ کا استدلالی منہج:

اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے درج ذیل باتیں واضح ہو جاتی ہیں:

1. علامہ باقلانیؒ استدلال کرتے ہوئے بہت کم آیاتِ قرآنیہ اور احادیث و اخبار کا استعمال فرماتے ہیں۔
2. علامہؒ دلائل کو ذکر کرتے ہوئے ان کے ہاں جو سب سے قوی دلیل ہوتی ہے اس کو سب سے پہلے ذکر کرتے ہیں، اس بات کی طرف دھیان نہیں دیتے کہ وہ دلیل نقلی ہے یا عقلی بس جو ان کی مراد پر سب سے زیادہ دلالت کرتی ہے اس کو سب سے مقدم رکھتے ہیں۔
3. روایات کو ذکر کرتے ہوئے علامہ باقلانی کا ایک خاص طرز عمل ہے۔ جس کے مطابق دو طرح کی روایات یعنی متواترہ اور احاد کا حکم الگ الگ ہو گا:

- چنانچہ علامہ باقلانیؒ کے ہاں خبرِ متواتر وہ ہے جس سے علمِ قطعی حاصل ہو، اور اس سے عمل واجب ہو جائے گا ۔علامہؒ کے نزدیک کسی بھی چیز کی منقولیت کو ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کا پایا جانا معتبر نہیں ہے۔ اور اس کے صحیح ہونے کے لیے اس کے خلاف دلیل کا نہ ہونا بھی معتبر نہیں ہے، بلکہ معتبر یہ ہے کہ وہ چیز ایسے طریقے سے نقل ہو کر ہم تک پہنچے کہ جس سے علمِ قطعی حاصل ہو اور کسی قسم کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ علامہؒ کے الفاظ یہ

[17] محمدبن طیب الباقلانی ،الاعجاز القرآن ،محقق:السید احمد صقر،(مصر:دارالمعارف،1981)،8۔

ہیں: انه لا معتبر فی قیام الحجة بالنقل والعلم بصحته بعدم الخلاف علیه، ولا بوجوده وانما المعتبر فی ذلک بمجیئه علی وجه یو جب العلم ویقطع العذر[18]

- خبر آحاد سے علامہ کے ہاں نہ تو علمِ قطعی حاصل ہو گا اور نہ ہی اس سے عمل واجب ہو گا اور دوسرا نہ تو اس خبر کو عقائد کے مسئلے میں قبول کیا جائے گا، اور نہ ہی کسی قرآنی آیت کے ثبوت میں اور نہ ہی کسی ایسے مسئلہ میں جو متواتر یا اجماع کے خلاف ہو قبول کیا جائے گا۔ علامہؒ فرماتے ہیں: واعلموا رحمکم الله أن هذه سبیل القول عندنا في کل أمر یروی من جهة الأحاد یو جب تفسیق بعض الصحابة و تضلیله أو تفسیق من هو دونه من المؤمنین، وإیجاب البراءة منه واعتقاد الذم له فی انه لا یجب قبوله ولا العمل به کما انه لا یجب العمل بصحته، وإنما یجب العمل بخبر الواحد الذي لا یُوجب العلم في مواضع مخصوصةمن الشریعة لموضع التعبد بذلک[19]

علامہ باقلانی کا اسلوبِ تالیف کا ناقدانہ جائزہ:

1۔ علامہ باقلانیؒ چونکہ علم الکلام سے خوب شغف اور مہارت رکھتے تھے اس لیے آپ میں فکری جہت غالب نظر آتی ہے، آپ کی تصانیف میں بھی مضامین کا تکرار مشاہدے میں آتا ہے، اس لیے کہ دلائل کو ذکر کرنے اور مدِ مقابل کی آراء کارد کرنے یہ صورتحال اکثر جگہ پیدا ہوتی ہے۔

2۔ عقلی استدلال میں کلام بہت زیادہ طوالت اختیار کر جاتا ہے اور مثالوں کی کثرت کے سبب توضیحات بھی قدرے لمبی ہو جاتی ہیں، لیکن اس سارے اسلوب کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مدِ مقابل کے لیے کوئی دلیل اور حجت باقی نہیں رہ جاتی۔

3۔ علامہ باقلانیؒ کا اسلوبِ تالیف یہ ہے کہ آپ پہلے مدِ مقابل کی رائے کا ذکر کرتے ہیں اور پھر بعد میں اس پر نقد کرتے ہیں اور آخر میں اپنی رائے کا ذکر کر کے پھر ایسے دلائل قائم کرتے ہیں کہ تمام مباحث واضح ہو جاتی ہیں۔

4۔ علامہ باقلانیؒ اپنے دلائل و براہین کو شاندار اور فصیح و بلیغ الفاظ کے ساتھ مرقع کرتے ہیں، ان کی کتب میں اکثر ہمیں فصاحت و بلاغت اور الفاظ کی گہرائی نظر آئے گی۔ علامہ باقلانیؒ اس بات کا بہت خیال رکھتے ہیں کہ اپنی فکر کو لکھتے ہوئے

[18] الباقلانی ،الانتصار للقرآن،58۔

[19] الباقلانی، الانتصار للقرآن،268۔

شروع سے آخر تک ایک طویل ایسا کلام کریں کہ قاری کو اس کو سمجھنے کے لیے ٹھیک ٹھاک غور وفکر کی ضرورت پڑے اور وہ گہرائی سے کتب کا مطالعہ کرے۔

علامہ باقلانیؒ کے طرزِ استدلال و تالیف دیکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کی کتب کا مطالعہ کرنے کے لیے قاری کو اچھا خاصا وقت درکار ہو گا۔ اور انتہائی اعلیٰ ذوق کے ساتھ ان کی کتب سے استفادہ کرنا ہو گا، تب جا کر علم کی راہیں کھلیں گی اور شوق وذوق میں خوب اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

خلاصہ بحث:

الغرض علامہ باقلانیؒ نے تمام قسم کے اعتراضات و شبہات چاہے وہ تفسیر و تاویل سے متعلق ہوں یا نظمِ قرآن سے متعلق ہوں یا پھر رسمِ قرآنی یا پھر نقلِ قرآنی کے متعلق ہوں۔ تمام کے تمام اعتراضات کا کافی شافی جواب دیا ہے اور ان جوابات کے دینے میں علامہ باقلانیؒ نے نہایت ہی عمدہ اسلوب اختیار فرمایا ہے کہ آپ مدمقابل کا نہ تو نام ذکر کرتے ہیں اور اور نہ ہی غیر علمی رویہ اختیار فرماتے ہیں۔ علامہ باقلانیؒ اپنے دلائل و براہین کو نہایت عمدہ اور شاندار الفاظ کے ساتھ مرقع کرتے ہیں اور فی البدیہہ کلام کرتے ہوئے مختلف شبہات کا معالجہ اور سدباب فرما دیتے ہیں۔ آپ کی یہ کتاب "الانتصار للقرآن" فن اعجاز اور اس سے متعلقہ کلامی مباحث پر مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ علامہ نے اس کتاب میں جمع قرآن کے لیے وہ روایات بھی پیش کی ہیں جو دیگر ماہرین علوم القرآن نے بالعموم پیش نہیں کیں۔ علامہ باقلانیؒ نے اس کتاب میں قرآن کریم کے متعلق تین جہتوں یعنی رسمِ قرآنی، نقلِ قرآنی اور نظمِ قرآنی کے ضمن میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا تفصیلی نقد و جائزہ پیش کیا ہے۔

واضح رہے کہ علامہ باقلانیؒ کی کتاب "الانتصار" کو مختلف مطابع نے شائع کیا ہے بعض نے اس کی ایک ہی جلد میں اور بعض نے دو جلدوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ دو جلدوں والی اشاعت میں ہو پہلی جلد میں نقلِ قرآن اور رسمِ قرآن کے متعلق جتنے بھی شبہات وارد ہوئے ہیں ان تمام کا رد کیا گیا ہے، دوسری جلد میں نظمِ قرآنی اور اعجازِ قرآنی کو لے کر جو اعتراض وارد ہوئے ہیں ان کا ایک ناقدانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تاہم زیر نظر مقالہ میں علامہ باقلانی کی علوم القرآن کے فن میں ایک اہم اور ضخیم تصنیف "الانتصار للقرآن" کا تعارف پیش کیا گیا ہے، جس میں یہ واضح کیا گیا کہ علامہ باقلانی نے اس وقت کی ملحدین کی طرف سے قرآنی صحت پر اٹھائے گئے شبہات کے جواب میں کیا منہج اور اسلوب اختیار کیا نیز یہ کتاب کن اسباب کی بنیاد پر تالیف کی گئی اس کے ساتھ ساتھ پیش نظر مقالہ میں علامہ باقلانی کے استدلالی منہج اور تالیفی اسلوب کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔